**OPEN ACCESS**
*Journal of Islamic & Religious Studies*
*ISSN (Online): 2519-7118*
*ISSN (Print): 2518-5330*
*www.jirs.uoh.edu.pk*

*JIRS, vol.:1, Issue:2, July – Dec 2016,*
*DOI: 10.36476/JIRS.1:2.12.2016.06, PP:93-107*

# علّامہ ابن الجوزیؒ کی تفسیر (زادالمسیر فی علم التفسیر) میں اشعار سے استشہاد کا علمی اور تحقیقی جائزہ

# A view of Cross-referencing from Arbic Poetry in *Tafsār Zād al Masīr* by *Ibn al Jawzī*

*ڈاکٹر محمد ریاض خان الازہری

اسسٹنٹ پروفیسر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ، drriaznuml@yahoo.com

**محمد اسرار

پی ایچ-ڈی سکالر ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجیس سٹڈیز ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ

**ABSTRACT**

This paper describes that if we want to know about poetry we must understand that out of context we can never arrive at our destination. The *Qur'ān* should be read and understood in totality of its message and spirit. Its verses are local and universal. Some verses are in local environments but leave universal and external message. The verses of *Sūrah Yāsīn* and *Sūrah Najm* related to poetry clearly exhibit the truth that God rejected the claim of the infidels who regarded the *Qur'ān* as the book of poetry and Prophet Muhammad as a poet. It is an apt reply to the infidels that *Qur'ān* is a message of God with a serious mission and motto. The Holy prophet used to ask people to recite the Holy poetry of *Abu ║ālib*. *╓assān bin thābit* used to recite *'Nāt'* in the presence of the Prophet. They enhanced the divine mission of the prophets through their facile pen and noble spirit. Hence in the light of above brief dissertation we can profess that Islam does not oppose poetry if it is written on didactic and divine lines.

***Key words:*** *Tafsār Zād al Masīr, Ibn al Jawzī, Arabic Poetry*

## تمہید

قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی آخری کتاب ہے جو خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر نازل ہوئی۔ اس کی زبان خالص عربی زبان ہے ارشاد ربّانی ہے: إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔[1]

ترجمہ: ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو۔

دوسری جگہ ارشاد ہے: قُرْآنًا عَرَبِيًّا غَيْرَ ذِي عِوَجٍ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔[2]

ترجمہ: قرآن ہے عربی زبان کا جس میں کجی نہیں تا کہ وہ بچ کر چلیں۔

عربی زبان کو اللہ تعالیٰ نے جو خصوصیات و امتیازات دی ہیں وہ دنیا کی کسی زبان میں نہیں پائی جاتیں اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے عربوں کو بھی بعض ایسی خصوصیات عطاء فرمائی تھیں جن کی نظیر دوسری اقوام میں ملنا مشکل ہے، ان خصوصیات میں سے ایک حافظہ کی قوت تھی۔ چنانچہ عربوں کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حافظہ دیا تھا کہ ایک ہی مجلس میں سو سو اشعار کا قصیدہ سنتے تو انہیں فوراً یاد ہو جاتا۔

قتادہؒ کے بارے میں آتا ہے کہ آپ سعید بن المسیبؒ کے مجلس میں آئے اور کئی دنوں تک آپ سے سوالات کرتے رہے ،ایک دن سعید بن المسیبؒ نے اس سے پوچھا کہ جو کچھ آپ نے مجھ سے سنا ہے وہ سب یاد ہیں؟ قتادہؒ نے جواب دیا: ہاں، سعید بن المسیبؒ بہت متعجب ہوئے تو قتادہؒ نے کہا: میرا سوال یہ تھا اور آپ کا جواب یہ تھا حتی کہ اس نے مجلس میں جو کچھ سنا تھا سب بتا دیا اس پر سعید بن المسیبؒ نے فرمایا: میرا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ جیسا کسی کو پیدا نہیں کیا ہے۔ایک مرتبہ فرمایا: میرے پاس قتادہؒ سے زیادہ بہتر کوئی عراقی نہیں آیا ہے۔ایک مرتبہ قتادہؒ کے سامنے جابر رضی اللہ عنہ کا صحیفہ پڑھا گیا تو وہ آپ کو یاد ہو گیا۔[3]

عربی زبان کی خصوصیات کی وجہ سے عربی زبان کو کافی اہمیت حاصل ہے اور اس اہمیت کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے عربوں کے ساتھ محبت کرنے کا حکم فرمایا ہے:

قَالَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " أَحِبُّوا الْعَرَبَ لِثَلَاثٍ: لِأَنِّي عَرَبِيٌّ وَالْقُرْآنَ عَرَبِيٌّ وَكَلَامَ أَهْلِ الْجَنَّةِ عَرَبِيٌّ "[4]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین وجہ سے عربوں کے ساتھ محبت کرو کیونکہ میں عربی ہوں قرآن عربی زبان میں ہے اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہو گی۔

اس کے ساتھ عربی ادب میں اشعار کو کافی اہمیت حاصل ہے کیونکہ کلام اللہ اور احادیث نبویہ کے فہم میں اشعار کو کافی عمل دخل ہے۔اشعار کی اہمیت کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ کافی ہے۔آپ کا ارشاد ہے:

فقال عمر: أيها الناس، عليكم بديوانكم لا يضل. قالوا: وما ديواننا؟ قال: شعر الجاهلية، فإن فيه تفسير كتابكم-[5]

ترجمہ: اے لوگوں! اپنے اوپر اپنی دیوان لازم کرلو، بھٹکو گے نہیں، لوگوں نے عرض کیا، ہمارا دیوان کیا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاہلی اشعار کیونکہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر ہے۔

شعر کی اس اہمیت کو مدِ نظر رکھ کر مفسرین حضرات نے آیات کی تفسیر میں جگہ جگہ اشعار بطورِ استشہاد ذکر کئے ہیں۔علامہ ابن الجوزیؒ بھی اپنی تفسیر میں مختلف مقامات پر استشہاد کے لئے اشعار پیش کرتے ہیں، زیرِ نظر سطور میں شعر سے متعلق ضروری مباحث ذکر کرنے کے بعد تفسیر زاد المسیر میں اشعار سے استشہاد کا علمی اور تحقیقی جائزہ پیش کیا جائے گا۔

**شعر کا لغوی معنی:**

شعر بابِ "نصر" اور بابِ "کرم" سے مستعمل ہے۔ جب اس کے صلہ میں با آجائے تو اس کا معنی "جاننا اور محسوس کرنا" ہوتا ہے اور جب اس کے صلہ میں لام آجائے تو اس کے معنی "سمجھنے" کے آتا ہے۔[6]

لفظ شعر کو عموماً "شعور" کا مترادف سمجھا جاتا ہے جس کا مطلب کسی چیز کا علم یا ادراک واحساس رکھنا ہے۔ چنانچہ "لیت شعری" کا مطلب ہے "لیت علمی" کاش مجھے اس بات کا علم ہوتا۔ اس اعتبار سے شاعر کا لفظی مطلب صاحبِ علم وادراک یا صاحبِ شعور ہوا۔ لسان العرب میں ہے کہ شاعر اسی لیے شاعر ہے کہ وہ ان امور کا شعور یا علم رکھتا ہے جن کا شعور دوسرے نہیں رکھتے۔[7]

**شعر کی اصطلاحی تعریف:**

شعر کی اصطلاحی تعریف یہ ہے۔ الکلام الموزون المقفی قصدا۔[8]

ترجمہ: وہ کلام جیسے ارادتاً وزن اور قافیے کی قید میں لایا جائے۔

**شعر کے بارے میں اسلامی نقطہ نظر:**

قرآن وسنت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے اشعار جو غیر شرعی الفاظ اور کنایات پر مشتمل نہ ہو شریعت ان کی حوصلہ افزائی کرتی ہے بالخصوص وہ اشعار جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت، اخلاقی وشرعی ہدایات اور اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہوں ان میں اسلام کی الفت کا بیان اور آخرت کے تذکرے ہوں تو ایسے اشعار کہنے کا اسلام نہ صرف اجازت دیتا ہے بلکہ ایسے اشعار کہنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتا ہے۔ ایسے ہی اشعار کے بارے میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے: ان من الشعر حكمة۔[9]

ترجمہ: بعض اشعار حکمت ہوتے ہیں۔

اور جن روایات میں شعر وشاعری کی مذمت آئی ہے، ان سے مقصود یہ ہے کہ اشعار میں اتنا مصروف اور منہمک ہو جائے کہ ذکر اللہ، عبادت اور قرآن سے غافل ہو جائے نیز یہ کہ وہ اشعار فحش گوئی، زبان درازی اور غیر شرعی اقوال پر مبنی ہوں۔

امام بخاریؒ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں اس بات کو مستقل عنوان کے تحت ذکر کیا ہے اور اس میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ روایت ذکر کیا ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: «لَأَنْ يَمْتَلِئَ جَوْفُ رَجُلٍ قَيْحًا يَرِيهِ خَيْرٌ مِنْ أَنْ يَمْتَلِئَ شِعْرًا»[10]

ترجمہ: کوئی آدمی اپنا پیٹ پیپ سے بھرلے یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اپنا سینہ اشعار سے بھرلے۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں: میرے نزدیک یہ وعید اس صورت میں ہے جب شعر میں انہماک اللہ تعالیٰ کے ذکر، قرآن اور علم کے مقابلہ میں زیادہ ہو، لیکن اگر شعر مغلوب ہے تو پھر برا نہیں۔

اسی طرح وہ اشعار جو فحش مضامین یا لوگوں پر طعن وتشنیع یا دوسرے خلافِ شرع مضامین پر مشتمل ہوں وہ باجماعِ امت حرام اور ناجائز ہیں اور یہ حکم شعر کے ساتھ مخصوص نہیں جو نثر کلام ایسا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے۔[11]

**سورۂ شعراء کی آیت کا سببِ نزول:**

وَالشُّعَرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ أَلَمْ تَرَ أَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ وَأَنَّهُمْ يَقُولُونَ مَا لَا يَفْعَلُونَ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۔[12]

ترجمہ: اور شاعروں کی بات پر چلیں وہی جو بے راہ ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں اور یہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد اللہ کی بہت اور بدلہ اس کے پیچھے کہ ان پر ظلم ہوا اور اب معلوم کرلیں گے ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں۔

جب سورہ شعراء کی یہ آیتیں نازل ہوئیں تو سیدنا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ، سیدنا حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ اور سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ جو شعراء صحابہ تھے ،روتے ہوئے سرکار دوعالم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا" یارسول اللہ ﷺ: اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائی ہیں اور ہم بھی شعر کہتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ان آیات کے آخری حصے کو پڑھو۔[13]

رسول اللہ ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بے ہودہ اور غلط مقصد کے لیے نہیں ہوتے اس لئے تم اس استثناء میں داخل ہو جو آخری آیت میں مذکور ہے۔

مفسرینؒ فرماتے ہیں: ابتدائی آیات میں مشرکین شعراء مراد ہیں کیونکہ گمراہ لوگ، سرکش شیاطین اور نافرمان جن ان مشرکین شعراء کے اشعار کی اتباع اور روایت کرتے تھے۔[14]

**آپ ﷺ اور شاعری:**

آپ ﷺ شرعی اور اخلاقی تعلیمات پر مشتمل اشعار کو پسند فرمایا کرتے تھے اور ایسے اشعار کہنے والوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے۔ بطور نمونہ چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

1۔ عمرو بن شریدؒ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے سو قافیے تک اشعار سنے تھے۔[15]

2۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عربوں کا سب سے بہترین شعر لبید کا یہ مصرع ہے: ألا كل شيء ما خلا الله باطل۔[16]

ترجمہ: یادرکھو! اللہ کے علاوہ ہر چیز باطل اور بے بنیاد ہے۔

3۔ جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیٹھا کرتے تھے ،آپ ﷺ کے اصحاب آپ کو اشعار سناتے اور زمانہ جاہلیت کی باتیں کیا کرتے تھے۔آپ ﷺ خاموش رہتے اور کبھی کبھار تبسم فرمایا کرتے تھے۔[17]

4۔ ایک مرتبہ حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ مسجد میں بیٹھے اشعار سنا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا تو فرمایا: ارے حسّان! یہ کیا تم مسجد میں بیٹھ کر اشعار پڑھ رہے ہو؟ حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا:

«قَدْ كُنْتُ أُنْشِدُ وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ» أَوْ «كُنْتُ أُنْشِدُ فِيهِ، وَفِيهِ مَنْ هُوَ خَيْرٌ مِنْكَ» -[18]

ترجمہ: میں اس مسجد میں اس ذات کو اشعار سنایا کرتا تھا جو تم سے بہتر تھے یعنی رسول اللہ ﷺ۔

5- عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:الشِّعْرُ بِمَنْزِلَةِ الْكَلَامِ، حَسَنُهُ كَحَسَنِ الْكَلَامِ، وَقَبِيحُهُ كَقَبِيحِ الْكَلَامِ-[19]

ترجمہ: عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ شعر ایک کلام ہے اگر اس کا مضمون اچھا اور مفید ہے تو شعر اچھا ہے اور مضمون برا یا گناہ کا ہے تو شعر برا ہے۔

6- نبی کریم ﷺ کا یہ شعر بھی ملاحظہ فرمائے: إن من الشعر حكمة-[20]

ترجمہ: بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔

**مشاہیر اسلام اور شاعری:**

ذیل میں چند اقوال وآثار پیش کئے جارہے ہیں جن کے مطالعے سے اسلام میں مثبت اور بامعنی شاعری کی حوصلہ افزائی اور مشاہیرِ اہلِ اسلام کا طرز بخوبی معلوم ہوگا۔

1- عَنْ قَتَادَةَ، سَمِعَ مُطَرِّفًا قَالَ: صَحِبْتُ عِمْرَانَ بْنَ حُصَيْنٍ مِنَ الْكُوفَةِ إِلَى الْبَصْرَةِ، فَقَلَّ مَنْزِلٌ يَنْزِلُهُ إِلَّا وَهُوَ يُنْشِدُنِي شِعْرًا -[21]

ترجمہ: مطرفؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ سے بصرہ تک سیدنا عمران بن حصین رضی اللہ عنہ [22] کے ساتھ سفر کیا ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے۔

2- أَسْنَدَ الطَّبَرِيُّ عَنْ جَمَاعَةٍ مِنْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ وَمِنْ كِبَارِ التَّابِعِينَ أَنَّهُمْ قَالُوا الشِّعْرَ وَأَنْشَدُوهُ وَاسْتَنْشَدُوهُ-[23]

ترجمہ: طبریؒ نے کبار صحابہ اور کبار تابعین کے متعلق کہا ہے کہ وہ شعر کہتے سنتے اور سناتے تھے۔

3 - عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، أَنَّهَا كَانَتْ تَقُولُ: الشِّعْرُ مِنْهُ حَسَنٌ وَمِنْهُ قَبِيحٌ، خُذْ بِالْحَسَنِ وَدَعِ الْقَبِيحَ، وَلَقَدْ رَوَيْتُ مِنْ شِعْرِ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ أَشْعَارًا، مِنْهَا الْقَصِيدَةُ فِيهَا أَرْبَعُونَ بَيْتًا، وَدُونَ ذَلِكَ[24]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: بعض اشعار حسن ہیں اور بعض قبیح ہیں لہٰذا آپ حسن کو لے لیں اور قبیح کو چھوڑ دیں اور میں کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے اشعار کو روایت کرتی ہوں، ان میں سے بعض قصیدے چالیس ابیات کے ہوتے ہیں اور بعض اس سے کم۔

4- وَكَانَ عُبَيْدُ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ بْنِ مَسْعُودٍ أَحَدُ فُقَهَاءِ الْمَدِينَةِ الْعَشَرَةِ ثُمَّ الْمَشْيَخَةِ السَّبْعَةِ شَاعِرًا مُجِيدًا مُقَدَّمًا فِيهِ-[25]

ترجمہ: مدینہ منورہ کے فقہاءِ عشرہ میں سے ایک عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعودؒ تھے جو مشہور اور قادر الکلام شاعر تھے

5۔ قاضی زبیر بن بکارؒ کے اشعار مختلف کتابوں میں جمع ہیں۔[26]

6- قَالَ أَبُو عُمَرَ: وَلَا يُنْكِرُ الْحَسَنَ مِنَ الشِّعْرِ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ وَلَا مِنْ أُولِي النُّهَى، وَلَيْسَ أَحَدٌ مِنْ كِبَارِ الصَّحَابَةِ وَأَهْلِ الْعِلْمِ وَمَوْضِعِ الْقُدْوَةِ إِلَّا وَقَدْ قَالَ الشِّعْرَ، أَوْ تَمَثَّلَ بِهِ أَوْ سَمِعَهُ فَرَضِيَهُ مَا كَانَ حِكْمَةً أَوْ مُبَاحًا-[27]

ترجمہ: اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں سے کوئی برا نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اکابر صحابہ جو دین کے مقتدا ہیں ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسرے کے اشعار نہ پڑھے یا سنے ہوں اور پسند کیا ہو۔

7- عَنِ الْبَرَاءِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِحَسَّانَ: «اهْجُهُمْ - أَوْ هَاجِهِمْ وَجِبْرِيلُ مَعَكَ»[28]

ترجمہ: سیدنا براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان الفاظ میں دعا دی۔ "مشرکین کو ان کی ہجو کا جواب دو، جبرائیل علیہ السلام تمہارے ساتھ ہیں۔"

8- عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا، قَالَتْ: اسْتَأْذَنَ حَسَّانُ بْنُ ثَابِتٍ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي هِجَاءِ الْمُشْرِكِينَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «فَكَيْفَ بِنَسَبِي» فَقَالَ حَسَّانُ: لَأَسُلَّنَّكَ مِنْهُمْ كَمَا تُسَلُّ الشَّعَرَةُ مِنَ الْعَجِينِ-[29]

ترجمہ: سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے اس بات کی اجازت مانگی کہ وہ مشرکین کی ہجو بیان کریں، حضور ﷺ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا کروگے، حسّان نے عرض کیا: میں آپ کو قریش میں سے ایسی عمدگی اور خوبصورتی سے نکالوں گا جیسے آٹے سے بال نکالا جاتا ہے۔

**امام ابن الجوزی رحمہ اللہ کی حالاتِ زندگی:**

مفسرینِ کرام اور واعظینِ عظام میں ایک نام امام عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزیؒ کی ہے۔آپ کی کنیت ابو الفرج اور لقب جمال الدین ہے۔تاریخِ پیدائش کے بارے میں مختلف اقوال ہیں۔بعض کے نزدیک 508ھ ، بعض کے نزدیک 509ھ اور بعض کے نزدیک 510 ہیں اور وفات 597ھ ہیں۔آپ بغداد کے رہنے والے جلیل القدر حافظِ حدیث، عالمِ عراق اور واعظِ آفاق تھے، سلسلہء نسب سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے، حنبلی مسلک سے وابستہ تھے۔امام احمد بن حنبلؒ کے قبر کے قریب باب الحرب میں مدفون ہیں۔

**زاد المسیر فی علم التفسیر کا علمی مقام:**

ابن جوزی رحمہ اللہ کو مختلف علوم و فنون پر اہم اور مفید تالیفات کے ساتھ ساتھ قرآن کی تفسیر کا شرف بھی حاصل ہے۔ابن جوزی رحمہ اللہ نے تین تفاسیر تالیف کی ہے۔ جن میں مفصل تفسیر "المغنی" اور مختصر تفسیر "تذکرۃ الاریب فی تفسیر الغریب" اور متوسط تفسیر "زاد المسیر فی علم التفسیر"ہے۔ یہ تفسیر کئی مرتبہ شائع ہوچکی ہے یہ چار جلدوں پر مشتمل دار الکتاب العربی بیروت سے پہلی مرتبہ 2001ء میں شائع ہوئی۔

زادالمسیر فی علم التفسیر میں روایات وآثار، سلف کے اقوال اور لغت سے استشہاد کیاگیاہے۔آیات کی تفسیر کے موقع پر قراءت متواترہ اور شاذہ دونوں بیان کیاگیا ہے اورآیت کا سببِ نزول، ناسخ ومنسوخ آیات اور فقہی مسائل کو بقدر ضرورت بیان کیاگیاہے۔

**سببِ تالیف:**

زادالمسیر فی علم التفسیر کی ابتدا میں ایک مقدمہ درج ہے جس میں حمد وثناء کے بعد ابن الجوزی رحمہ اللہ نے خود سببِ تالیف بیان کیا ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

"وانی نظرت فی جملة من کتب التفسیر فوجدتها بین کبیر قدیئس الحافظ منه وصغیر لایستفاد کل المقصود منه والمتوسط منها قلیل الفوائد عدیم الترتیب وربما اهمل فیه المشکل وشرح غیر الغریب فاتیتک بهذا المختصر الیسیر منطویا علی العلم الغزیر وسمته بزادالمسیر فی علم التفسیر"[30]

ابن الجوزی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں تین قسم کی تفاسیر کی طرف اشارہ کیاہے پہلی جو زیادہ مفصل ہو جن کا ضبط کرنا مشکل ہے، دوسری قسم مختصر جس سے معانی کی وضاحت پوری نہیں ہوتی، تیسری متوسط جو مختصر ہو اور بہت سے علوم کے لئے جامع ہو۔

اب مندرجہ ذیل سطور میں ہم زادالمسیر میں مذکوراشعار سے ابن الجوزی رحمہ اللہ کے استشہاد واستدلال کا تحقیقی جائزہ پیش کررہے ہیں۔

**الف۔ لغت میں اشعار عرب سے استشہاد:**

امام ابن الجوزیؒ نے جابجا لغت کے اثبات کے لئے اشعار سے استشہاد کیا ہے۔ کسی آیت کی تفسیر کے دوران جہاں کہیں مشکل لفظ آتا ہے تو امام ابن الجوزیؒ پہلے اس لفظ کا معنی بیان کرتے ہیں پھر اس کے لیے اشعارِ عرب بطورِ استشہاد پیش کرتے ہیں جس سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ شاعر کے نزدیک بھی اس لفظ کا لغوی معنی یہی ہے اور اس قسم کے اشعار کا ذخیرہ ابن الجوزیؒ کی تفسیر میں بہت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ آپ کی تفسیر کے مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔

ذیل میں چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں جن سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ ابن الجوزیؒ لغوی معنی کے اثبات کے لئے اشعار کو بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

1۔ سورۃانعام آیت نمبر: 25 میں آتا ہے: وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُ إِلَيْكَ وَجَعَلْنَا عَلَى قُلُوبِهِمْ أَكِنَّةً أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا۔ اس آیت میں ابن الجوزیؒ "الوقر" کا معنی یوں بیان کرتے ہیں "«الوقر» : ثِقَلُ السمع، يقال: في أذنه وَقْر، وَقد وُقِرَتِ الأذن تُوْقَر. یعنی "وقر" کا لغوی معنی کان کا بوجھ یا بوجھل ہونا ہے۔ اس کے بعد بطور استشہاد شاعر (مثقب عبدی)[31] کا یہ شعر پیش کیا ہے: وكلامٌ سيّئ قد وُقِرَتْ ... أُذُني عنه وما بي من صَمَمْ-[32]

ترجمہ: بُرے کلام سے میرے کان بوجھل ہوگئے، حالانکہ میں بہرا نہیں ہوں۔

2۔ سورۃ انعام آیت نمبر: 31 "قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللهِ حَتَّى إِذَا جَاءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً " الخ میں "بَغْتَةً "کا معنی بیان کرتے ہیں،، البغتة الفجاءة،قال الزجاج :كل ما اتى فجاة فهو بغت يقال: قد بغته الأمر يَبْغَتُه بَغْتاً وبغتةً: اذا اتاه فجاة۔ یعنی بغتۃ کا معنی یہ ہے کہ کوئی چیز اچانک آجائے۔ اسی معنی کے اثبات کے لیے ابن الجوزیؒ نے بطور استشہاد یہ شعر پیش کیا ہے جس میں شاعر (یزید بن ضبہ الثقفی)[33] نے اچانک آنے والی مصیبت کے لئے لفظ "البغت" استعمال کیا ہے۔

شاعر کہتا ہے: وَلكنَّهم بانُوا وَلَمْ أَخْشَ بَغْتَةً ... وَأَفْظَعُ شيءٍ حِينَ يَفْجَؤُكَ البَغْتُ۔[34]

ترجمہ: لیکن وہ جدا ہوئے اور میں اچانک آنے والی مصیبت سے نہیں ڈرتا۔ اور زیادہ ڈرانے والی چیز جو آپ کو درد دے وہ مصیبت کا اچانک آنا ہے۔

3۔ سورۃ انعام آیت نمبر: 44 "فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِمَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ" میں "مبلسون" کا معنیٰ بیان کرکے لکھتے ہیں کہ مبلس کے مراد میں پانچ اقوال ہیں : ایک معنی یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید ہو۔ چنانچہ فراء[35] کا قول ہے: کہ مبلس اس ناامید کو کہا جاتا ہے جس کی امید ختم ہو چکی ہو، اور اسی وجہ سے اس آدمی کے بارے میں، جو دلیل نہ ہونے کے وقت خاموش ہو جائے اور اس کے پاس کوئی جواب نہ ہو، کہا جاتا ہے، قد ابلس یعنی وہ ناامید ہوا اور اس سے کوئی جواب نہ بن سکا۔ اس معنیٰ کے استشہاد کے لئے عجاج[36] کا یہ شعر پیش کیا ہے:

قال الشاعر:يا صَاحِ هَلْ تعْرِفُ رَسْماً مُكْرَساً ... قَالَ نَعَمْ! أَعْرِفُهُ! وأَبْلَسَا-[37]

ترجمہ: اے دوست! کیا تو گھر کے مٹے ہوئے نشانات جانتا ہے جہاں اونٹوں نے بول و براز کیا ہو، اس نے کہا: ہاں میں اسے جانتا ہوں اور اس نے غم کی وجہ سے کوئی جواب نہ دیا۔

4۔ سورۃ آلِ عمران آیت نمبر: 52 " فَلَمَّا أَحَسَّ عِيسَى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللهِ آمَنَّا بِاللهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ " کی تفسیر میں "حواریون" کے معنیٰ میں چھ اقوال ذکر کرتے ہیں، جن میں چوتھا قول یہ ہے کہ " حوارین" کا معنیٰ مجاہدین ہے۔ اس کے استشہاد میں ابن الجوزیؒ نے یہ شعر پیش کیا ہے:

ونحن أناسٌ يملأ البَيْض هامنا ... ونحن حواريون حين نزاحف

جَماجِمُنا يوم اللقاء تراسُنا ... إِلى الموت نمشي ليس فينا تحانف-[38]

ترجمہ: ہم ایسے لوگ ہیں کہ ہماری کھوپڑیوں کو خود ڈھانپ لیتی ہے اور جب جنگ کرتے ہیں تو ہم مجاہد ہوتے ہیں۔
اور ہماری کھوپڑیاں جنگ کے دن ہمارے ڈھال ہوتے ہیں ہم موت کی طرف دوڑتے ہیں دشمن کے سامنے جھکتے نہیں۔

5- سورۃالانبیاء کی آیت نمبر:95 " وَحَرامٌ عَلى قَرْيَةٍ أَهْلَكْناها أَنَّهُمْ لا يَرْجِعُونَ" میں حرام کے معنی میں علامہ ابن الجوزیؒ نے دو قول ذکر کئے ہیں ایک یہ کہ حرام یہاں پر واجب کے معنی میں ہے اور استشہاد کے لئے ابن الجوزیؒ نے یہ شعر پیش کیا ہے:

فَإِنَّ حَراماً لاَ أَرَى الدَّهْرَ بَاكِياً ... عَلَى شَجْوِهِ إِلاَّ بَكَيْتُ على عَمْرو[39]

ترجمہ: بے شک واجب یہ ہے کہ میں زمانہ کو اس حال میں دیکھتا ہوں کہ وہ اس کے غم اور مصیبت پر نہیں روتی مگر میں عمرو کے مصیبت پر روتا ہوں۔

**ب۔ بلاغت میں اشعار عرب سے استشہاد:**

ابن الجوزیؒ نے مختلف مقامات پر بلاغت کے سلسلے میں بھی اشعارِ عرب سے استشہاد واستدلال کیا ہے، قرآن کریم چونکہ فصاحت وبلاغت کے اعلیٰ مقام پر فائز ہے جس کا مقابلہ عرب کے فصحاء وبلغاء باوجود قرآن مجید کے بار بار چیلنج کے نہ کرسکے۔ مروی ہے کہ مشہور اور مایہ ناز انشاء پرداز ابن المقفع[40] نے ایک مرتبہ قرآن کا مقابلہ کرنے کا ارادہ کیا، تو اس نے ایک بچے کو قرآن پاک کی اس آیت کو تلاوت کرتے ہوئے سنا:

وَقِيلَ يَا أَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكِ وَيَا سَمَاءُ أَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءُ وَقُضِيَ الْأَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ-[41]

ترجمہ: اور حکم آیا! اے زمین نگل جا اپنا پانی اور اے آسمان! تھم جا اور سوکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا کہ دور ہو قوم ظالم۔

اس آیت کا سننا تھا کہ اس نے قلم توڑ ڈالا اور جن صفحات پر معارضہ ومقابلہ کے متعلق لکھنا شروع کیا تھا وہ پھاڑ ڈالے، اور کہا کہ خدا کی قسم! یہ کسی انسان کی بس کی بات نہیں کہ وہ اس کی مثل لے آئے، اور جمع کردہ تحریر کو ریزہ ریزہ کر دیا اور اس کا اظہار کرتے ہوئے اپنے آپ سے شرم محسوس کرنے لگا۔[42]

اکثر مقامات پر امام ابن الجوزیؒ قرآنی آیات کی تفسیر میں بلاغت کا کوئی قاعدہ ذکر کرتے ہیں اور اس کے استشہاد کے لئے عرب کے اشعار پیش کرتے ہیں۔ اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں۔

1- سورۂ فاتحہ آیت نمبر: 4 " إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ " کی تفسیر میں ابن الانباریؒ[43] کا قول نقل کرکے لکھتے ہیں کہ آیت کے معنی یہ ہے: قل یا محمد، إياك يُعبَد۔ اس کے بعد بلاغت کا قاعدہ ذکر کرتے ہیں کہ عرب غیبت سے خطاب کی طرف اور خطاب سے غیبت کی طرف التفات کرتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول: حَتَّى إِذا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ -الخ[44]، وقوله: وَسَقاهُمْ رَبُّهُمْ شَراباً طَهُوراً إِنَّ هذا كانَ لَكُمْ جَزاءً-الخ[45]

اسی قاعدہ کے استشہاد کے لئے "لبید" کا یہ شعر نقل کیا ہے:

باتت تشكى إليَّ النفس مجهشة ... وقد حملتك سبعا بعد سبعينا-[46]

ترجمہ: میری جان نے حالتِ دہشت میں میری طرف شکایت کرتے ہوئے رات بسر کی، تحقیق تجھ کو محمول کیا سات سالوں کے بعد سات سال یعنی تجھ پر پہلے سات سال بھی بھاری رہے اور دوسرے سات سال بھی بھاری رہے۔

**ج۔ نحوی قواعد کے لئے اشعار عرب سے استشہاد:**

ابن الجوزیؒ اپنی تفسیر میں جا بجا نحوی قواعد ذکر کرتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو علم النحو میں خاص مہارت حاصل تھی اور یہ بات آپ کی تفسیر کے مطالعہ کرنے والے پر مخفی نہیں، چنانچہ آپ کسی آیت کی تفسیر کے ضمن میں نحوی قاعدہ ذکر کرکے اس کی استشہاد کے لئے اشعارِ عرب میں سے کوئی شعر پیش کرتے ہیں۔اس کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں

1۔ نحویوں کا قاعدہ ہے کہ بعض مقامات پر ہمزۂ استفہام مقدر ہوتا ہے یعنی لفظاً مذکور نہیں ہوتا لیکن معنیً مقصود ہوتا ہے ۔اسی قاعدہ کے لئے آپ سورۂ انعام کی آیت نمبر: 76 " فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى كَوْكَباً قَالَ هذا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لا أُحِبُّ الْآفِلِينَ "کو بطورِ استشہاد پیش کرکے فرماتے ہیں: کہ اس آیت میں " قَالَ ہٰذا رَبِّي " کی تفسیر میں تین اقوال ہیں۔ایک قول یہ ہے کہ یہ ابراہیمؑ نے بطور استفہام کہا تھا یعنی اس میں ہمزۂ استفہام مقدر ہے اصل میں " اھذا ربی " ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالی کے اس قول: أَفَإِنْ مِتَّ فَهُمُ الْخالِدُونَ۔[47] میں ہمزۂ استفہام مضمر ہے۔اِی: أفَهُمُ الخالدون؟

امام ابن الجوزیؒ نے اس کے استشہاد کے لئے " اخطل "کا یہ شعر پیش کیا ہے جس میں ہمزۂ استفہام مقدر ہے۔

قال الشاعر: كَذَبَتْكَ عَيْنُكَ أَمْ رَأَيْتَ بِوَاسِطٍ ... غَلَسَ الظَّلام مِنَ الرَّبَابِ خَيَالا-[48]

ترجمہ: کیا تمہاری آنکھوں نے تمہیں جھٹلایا یا واسط کے مقام پر تاریک اندھیروں میں سفید بادلوں سے کوئی خیال دیکھا۔

اس شعر میں بھی ہمزۂ استفہام مقدر ہے، اور محلِ استشہاد " کَذَبَتْکَ عَیْنُکَ " ہے جو ساصل میں "اِکذبتک عَیْنُکَ " ہے۔

2۔ ہمزہ بعض مواضع میں ایجاب و تقریر کے لئے آتا ہے یعنی وہ اپنے مدخول کے معنٰی کو مؤکد کرنے کے لئے آتا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی آیت نمبر: 30" أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ "میں ہمزۂ تقریری ہے، اس کی تقدیر یوں ہوگی" ستجعل فیہا من یفسد فیہا۔ابن الجوزیؒ نے اس کے استشہاد کے لئے "جریر" کا یہ شعر پیش کیا ہے:

أَلَسْتُمْ خَيْرَ مَنْ رَكِبَ المَطَايَا ... وأندى العالَمِينَ بطون راح- [49]

ترجمہ: کیا تم لوگ بہترین شخصیت والے لوگ نہیں ہو جو اونٹوں کی پشتوں پر سوار ہوئے حالانکہ تم اہل دنیا کی راحت ہو؟اس کا معنی یہ ہے کہ تم شاہسواروں میں سے سب سے بہتر ہو۔

اس کا معنی ہے: اِنتم خیر من رکب المطایا۔

3۔ نحویوں کا قاعدہ ہے کہ بعض مواضع میں لام زائد ہوتا ہے اس صورت میں یہ تاکید کے لئے ہوگا اور اس کا ما بعد والا اسم لفظاً مجرور ہوگا اور یہ لام کسی کے ساتھ متعلق نہیں ہوگا۔ان مواضع میں ایک وہ ہے جب یہ لام مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان آجائے جس کو لامِ مقحمہ کہا جاتا ہے۔اس کے علاوہ یہ لام فعل اور اس کے مفعول کے درمیان بھی زائد ہوتا ہے۔

چنانچہ سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر: 73" وَلَا تُؤْمِنُوا إِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِينَكُمْ "کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "لِمَنْ "میں لام زائد ہے اور یہ تاکید کا معنٰی دیتا ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔" عَسٰی اَنْ یَکُونَ رَدِفَ لَکُمْ "[50] ای عَسٰی اَنْ یَکُونَ رَدِفَکُم۔

یہاں پر یہ لام مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان واقع ہے۔اس کے استشہاد کے لئے ابن الجوزیؒ نے یہ اشعار پیش کئے ہیں۔شاعر کہتا ہے:

ما كنتُ أخدعُ للخليل بخلَّة ... حتى يكون ليَ الخليلُ خَدوعا[51]

ترجمہ: میں دوست کو دوستی میں دھوکہ نہیں دیتا تاکہ میرے لئے ایک دھوکہ باز دوست ہو۔

اصل میں "ماکنت اخدع الخلیل" ہے، یعنی فعل اور مفعول کے درمیان لام زائد ہے۔

**د۔ عرب کے کسی عرف وعادت کے لئے اشعارِ عرب سے استشہاد:**

ابن الجوزیؒ قرآنی آیات کی تفسیر کے ضمن میں عرب کے عرف و عادت کا ذکر کرتے ہیں اور اس کے استشہاد کے لئے اشعارِ عرب کو بطورِ دلیل پیش کرتے ہیں۔

ذیل میں اس کی چند مثالیں پیش کی جاتے ہیں:

1۔ عرب کی عادت ہے کہ وہ بعض اوقات کسی لفظ کو پورا ذکر کرنے کے بجائے اس لفظ کے کسی ایک حرف پر اکتفی کرکے صرف اس کو ذکر کرتے ہیں۔مثلاً سورۂ بقرہ کے شروع میں "الم" کے بارے میں ابن الجوزیؒ نے مختلف اقوال ذکر کئے ہیں اس میں ایک قول یہ ہے۔ یہ وہ اشارہ ہے جس کو عرب کلام کے دوران استعمال کرتے ہیں۔ جیسا کہ ایک آدمی کسی کو یہ کہے: "ھل تا" تو دوسرا جواب میں کہے: بلٰی۔ پہلے آدمی کا مطلب یہ ہوتا ہے "ھل تاتی؟" پس اس نے "تاتی" کے حروف میں سے ایک حرف "تا" پر اکتفیٰ کیا۔اس عادت کے استشہاد کے لئے ابن الجوزیؒ نے کچھ اشعار پیش کئے ہیں۔

قال الشاعر: قلنا لها قفي لنا فقالت قاف

ترجمہ: شاعر کہتا ہے: ہم نے اسے کہا ہمارے لئے رک جاؤ اس نے کہا میں رکتی ہوں۔

یہاں پر محلِ استشہاد لفظِ "قاف" ہے جو "اقف" سے مخفف ہے۔

اسی طرح اس شعر میں ہے:

نادوهم أن ألجموا ألا تا ... قالوا جميعا كلّهم بلى فا

ترجمہ: انھوں نے آواز دی کہ چوپایوں کو لگام دو، کیا تم سوار نہیں ہوتے؟ سب نے کہا کیوں نہیں، پس سوار ہو جاؤ۔

یرید: إلا ترکبون؟ قالوا: بلی فارکبوا.

اسی طرح اس شعر میں بھی ہے:

بالخير خيرات وإن شراً فا ... ولا أريد الشر إلا أن تا

ترجمہ: بھلائی، بھلائی کے ساتھ ہے اور اگر شر ہے تو اس کے ساتھ شر ہو گی اور میں شر کا ارادہ نہیں رکھتا مگر جب تو شر کا ارادہ کرے۔

معناه: وإن شراً فشر ولا أريد الشر إلا أن تشاء.[52]

2۔ عرب کی ایک عادت یہ ہے کہ وہ کلام کے جزء مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کرتے ہیں۔اور یہ بات قرآن مجید میں بعض مواقع پر آئی ہے۔ چنانچہ سورۂ بقرہ آیت نمبر:72 " وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْساً فَادَّارَأْتُمْ فِيها وَاللَّهُ مُخْرِجٌ ما كُنْتُمْ

تَکْتُمُونَ "کے بارے میں امام ابن الجوزیؒ رقمطراز ہیں کہ یہ آیت تلاوت میں مؤخر لیکن معنی میں مقدم ہے۔ تقدیر کلام یہ ہے ، وإذ قتلتم نفساً فادّارأتم فیہا، فسألتم موسیٰ فقال: إِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُکُمْ أَنْ تَذْبَحُوا بَقَرَۃً "اس طرح سورۂ کہف کی آیت نمبر: 1۔2 " وَلَمْ یَجْعَلْ لَہٗ عِوَجًا قَیِّمًا" میں بھی تقدیم و تاخیر ہے، تقدیرِ کلام یہ ہے: "اِنزل الکتاب قیماً، ولم یجعل لہ عوجاً،" عرب کی اس عادت کے استشہاد میں ابن الجوزیؒ نے تین اشعار پیش کئے ہیں۔

1- قال الفرزدق: إن الفرزدق صخرة ملمومة ... طالت فليس تنالها الأوعالا

ترجمہ: بے شک فرزدق سخت گول چٹان کی مانند ہے جس کا مکان کافی دور ہے پس تو اس کو حاصل نہیں کر سکتا ہے۔

یہاں پر محلِ استشہاد بیت کا دوسرا ٹکڑا ہے جس میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے، طالت الأوعال فلیس تنالہا۔

2- وقال جرير: طاف الخيال وأين منك لماما ... فارجع لزورك بالسلام سلاماً

ترجمہ: اس کا خیال مختصر وقت کے لئے آیا اور اس کا تیرے ساتھ کیا مناسبت؟ پس تو اپنے ملاقات کرنے والے کے سلام کا جواب دو۔

یہاں پر محلِ استشہاد بیت کا پہلا ٹکڑا ہے جس میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے، طاف الخیال لماماً، واین ہو منک؟

3- وقال الآخر: خير من القوم العصاة أميرهم ... - يا قوم فاستحيوا- النساء الجلَّس

ترجمہ: نافرمان قوم میں سے بہتر وہ ہے جس کا امیر شریف عورتیں ہو جو گھروں میں پردہ میں رہتی ہیں، اے میری قوم اس سے حیا کروں۔

یہاں پر محلِ استشہاد بیت کا دوسرا ٹکڑا ہے جس میں تقدیم و تاخیر ہے اصل عبارت یوں ہے: خير من القوم العصاة أميرهم النساء الجلَّس ، يا قوم فاستحيوا من هذا.[53]

**س۔ علم الصرف کے قواعد کے لئے اشعار عرب سے استشہاد:**

امام ابن الجوزیؒ اپنی تفسیر میں علم الصرف کے بعض مباحث بھی زیر بحث لاتے ہیں۔ علماءِ صرف کے نزدیک ہر باب کے کچھ خاصیات ہوتے ہیں اور ان سے مراد وہ معانی ہیں جو لغوی معنی سے زائد لیکن اس کے ساتھ لازم ہوتے ہیں۔

1۔ بابِ استفعال کے دیگر خاصیات کے علاوہ ایک خاصیت " موافقتِ افعال " ہے، اس کا مطلب یہ کہ بابِ ستفعالمعنی میں بابِ افعال کے ہو۔

چنانچہ اس قاعدہ کے پیش نظر امام ابن الجوزیؒ سورۂ بقرہ کی آیت: 17 میں " استوقد نارا " کے بارے میں رقمطراز ہے کہ اس میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس میں سین زائدہ ہے یعنی یہ " اوقد " کے معنی میں ہے اس کے لئے بطورِ استشہاد کعب بن سعد الغنوی کا شعر پیش کیا ہے۔ جس میں " فلم یستجبہ " معنی میں " فلم یجبہ " کے ہے۔

قال الشاعر: وداعٍ دعا يا من يجيب إلى الندى ... فلم يستجبه عند ذاك مجيب[54]

ترجمہ: اور پکارنے والے نے پکارا اے وہ ذات جو پکارنے والے کو جواب دیتی ہے اس وقت کوئی جواب دینے والا اس کی پکار کا جواب نہیں دیتا۔

یہاں پر محلِ استشہاد " فلم یستجبہ " ہے جس میں سین زائد ہے اور یہ " فلم یجبہ " کے معنی میں ہے

**نتائج البحث:**

1۔ علامہ ابن الجوزیؒ کا اپنی تفسیر میں اشعارِ عرب سے استشہاد آپ کا ادبی ذوق اور ادبِ عربی کے ساتھ مناسبت کی نشاندہی کرتا ہے۔

2۔ خصوصاً جاہلی اشعار سے استشہاد کی وجہ سے آپ کی تفسیر ادبی تفسیر میں تبدیل ہو گئی ہے۔

3۔ اشعار سے استشہاد کی وجہ سے آپ کی تفسیر میں ادبِ عربی کا بہت بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے۔

4۔ ادبِ عربی کے دو اجزاء ہیں۔1۔نثر 2۔شعر، عربی ادب میں اشعار کو کافی اہمیت حاصل ہے اور ان اشعار میں ادب کا بہت بڑا ذخیرہ پایا جاتا ہے اشعار کی اہمیت کے لئے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول کافی ہے۔

فقال عمر: إیہاالناس، علیکم بدیوانکم لا یضل. قالوا: وما دیواننا؟ قال: شعر الجاہلیۃ، فإن فیہ تفسیر کتابکم۔

ترجمہ: اے لوگو! اپنے اوپر اپنی دیوان لازم کرلو، بھٹکو گے نہیں، لوگوں نے عرض کیا، ہمارا دیوان کیا ہے؟ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جاہلی اشعار کیونکہ اس میں تمہاری کتاب کی تفسیر ہے۔

---


**حواشی ومصادر (References)**

1۔ سورۂ یوسف: 3

2۔ سورۂ الزمر: 28

3۔ تہذیب التہذیب، ج: 8، ص: 352

4۔ المستدرک علی الصحیحین، ابو عبد اللہ الحاکم محمد بن عبد اللہ، دار الکتب العلمیۃ–بیروت، ج: 4، ص: 97

8۔ الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، ابو القاسم محمود، الزمخشری جار اللہ، دار الکتاب العربی–بیروت، ج: 2 ص: 609

6۔ مصباح اللغات، عبد الحفیظ بلیاوی، مکتبۃ الخلیل لاہور، (ص: 435، مادہ: شعر)

7۔ لسان العرب، محمد بن مکرم، جمال الدین ابن منظور الإفریقی (المتوفی: 711ھ) دار صادر - بیروت (ج: 4، ص: 410)

8۔ جواہر الأدب فی إدبیات وإنشاء لغۃ العرب، إحمد بن إبراہیم، مؤسسۃ المعارف، بیروت، (ج: 2، ص: 23)

9۔ صحیح البخاری، محمد بن إسماعیل إبو عبد اللہ البخاری الجعفی، دار طوق النجاۃ، ج: 8، ص: 34)/ سنن إبی داود، إبو داود، المکتبۃ العصریۃ، صیدا، بیروت، (ج: 4، ص: 303)

10۔ صحیح البخاری، (ج: 8، ص: 37)/ صحیح مسلم، مسلم بن الحجاج، دار إحیاء التراث العربی - بیروت (ج: 4، ص: 1769)

11۔ معارف القرآن، مفتی محمد شفیعؒ، ادارۃ المعارف، کراچی، ج: 6، ص: 555

12۔ سورۂ شعراء: 224-227

13۔ الکتاب المصنف فی الأحادیث والآثار، إبو بکر بن إبی شیبۃ، مکتبۃ الرشد - الریاض (ج: 6، ص: 277)

22۔ معارف القران، (ج: 6، ص: 554)

15- صحیح مسلم، ج:4، ص: 1767/ مسند الامام احمد بن حنبل ابو عبد اللہ احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی (التوفی: 241ھ-) مؤسسۃ الرسالۃ، ج: 32 ص: 206

16- صحیح مسلم، ج:4، ص:1768

17 - مسند احمد بن حنبل، ج:34، ص:405

18- مسند احمد بن حنبل، ج:36، ص:268

19- الأدب المفرد، محمد بن إسماعیل بن إبراہیم بن المغیرۃ البخاری، ابو عبد اللہ (التوفی: 256ھ-)، دار البشائر الإسلامیۃ – بیروت ج:1، ص:299۔

20- صحیح بخاری، ج:8، ص:34

21- الأدب المفرد، ج:1، ص:297

22- آپ کا نام عمران بُن حُصَین بُن عُبَید بُن خَلَف الخزاعی الکعبیؒ اور کنیت ابو نجید ہے، آپ فتح خیبر کے سال مسلمان ہوئے، عبد اللہ بن عامرؒ نے آپ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تھا کچھ ہی زمانہ بعد آپ نے اس سے استعفی دے دیا، آپ کا شمار فقہاء صحابہ میں سے ہے۔ بصرہ میں رہتے تھے اور وہاں پر معاویہؒ کے دورِ خلافت میں 52ھ کو فوت ہوئے۔ (الاستیعاب فی معرفۃ الأصحاب للقرطبیؒ، ج:3، ص:1208)

23- فتح الباری شرح صحیح البخاری، احمد بن علی بن حجر ابو الفضل العسقلانی الشافعی، دار المعرفۃ – بیروت، ج:10، ص:540

24- الأدب المفرد، ج:1، ص:299

25- الجامع لأحکام القرآن (تفسیر القرطبیؒ)، ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبیؒ، دار الکتب المصریۃ – القاہرۃ، ج:13، ص:148

26- معجم الأدباء للحموی ج3، ص 1322/ الاعلام للزرکلی ج4، ص 195

27- تفسیر قرطبیؒ، ج:13، ص:147

28- صحیح بخاری، ج:4، ص:112

29- صحیح بخاری، ج:8، ص:36

30 - زادالمسیر فی علم التفسیر، جمال الدین ابو الفرج عبد الرحمٰن بن علی بن محمد الجوزی، دار الکتاب العربی – بیروت، ج:1، ص:11

31 - یہ بیت مثقب عبدی کا ہے ان کا نام عائذ بن محصن بن ثعلبہ ہے۔ بحرین کے جاہلی شعراء میں سے ہے کنیت ابو واثلہ اور لقب مثقب ہے۔ وفات ۵۷۷ھ میں ہوئی۔ (معجم الشعراء، الامام المرزبانی (مکتبۃ القدسی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، الطبعۃ الثانیۃ، 1402، ج۱، ص ۳۰۳)

32- زادالمسیر فی علم التفسیر، ج:2، ص:18

33- عبدالعظیم بن عبد اللہ فرماتے ہیں: میرا دادا یزید بنو ثقیف کے آزاد کردہ غلام تھے اور اس کے باپ کا نام مقسم تھا اور ضبہ اس کی ماں کا نام تھا۔ بچپن میں باپ کے وفات کے بعد چونکہ آپ کی پرورش آپ کی ماں نے کی تھی اس لئے آپ ماں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ (تہذیب الکمال فی إسماء الرجال، یوسف بن عبد الرحمٰن، المزی، مؤسسۃ الرسالۃ – بیروت، الطبعۃ الأولی: 1400 ج 32، ص 250)

34- زادالمسیر فی علم التفسیر، ج:2، ص:21

35- الفراء ابو زکریا یحیٰی بن زیاد الاسدی العلامہ الکوفی النحویؒ۔ آپ کے شیوخ قیس بن الربیعؒ، مندل بن علی، ابی الاحوصؒ، ابی بکر بن عیاشؒ اور علی بن حمزہ الکسائیؒ وغیرہ تھے۔ اور آپ کے شاگردوں میں سلمہ بن عاصمؒ اور محمد بن الاجہم السمریؒ وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔ انہیں امیر

المؤمنین فی النحو کہا جاتا ہے۔ سلمہؒ فرماتے ہیں: فراءؒ نے تمام کتابیں یاد کرلی تھیں۔ مامون الرشیدؒ نے آپ کو اصولِ نحو جمع کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا۔ آپ 207ھ کو 63 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ (نزہۃ الألباء فی طبقات الأدباء لکمال الدین الأنباری ج 1، ص 81)

-36 آپ کا نام عبداللہ بن رؤبۃ بن صخر التمیمیؒ اور کنیت ابوالشعثاء ہے، صاحبِ رجز ہے، آپ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ولید بن عبد الملکؒ کی خلافت میں فوت ہوئے (تاریخ الإسلام ووفیات المشاھیر والأعلام، شمس الدین الذہبی (المتوفی: 748ھ-)، دار الکتاب العربی، بیروت، ج ٦، ص ٤٢٣/ تاریخ دمشق لابن عساکر ٣٢٩٤، ج ٢٨، ص ١٢٨)

-37 زادالمسیر فی علم التفسیر، ج: 2، ص: 29

-38 ایضاً: ج: 1، ص: 286

-39 ایضاً: ج 3، ص 212

-61 آپ کا نام عبد اللہ بن المقفع ہے، عراق میں پیدا ہوئے تھے مجوسی تھے پھر عیسی بن علیؒ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔ آپ کے مشہور کتابوں میں کلیلۃ ودمنۃ کا عربی ترجمہ ہے آپ پر الحاد کی تہمت تھی چنانچہ بصرہ کے امیر سفیان بن معاویۃ المہلبیؒ نے آپ کو قتل کیا۔ خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں: میں نے اس جیسا کوئی نہیں دیکھا اس کا علم اس کے عقل سے زیادہ تھا۔ (سیر اعلام النبلاء، شمس الدین ابو عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قَایْماز الذہبی (المتوفی: 748ھ-)، دار الحدیث- القاہرۃ، ج 6، ص 332)

-41 سورۂ ہود: 44

-42 معترک الأقران فی إعجاز القرآن، ویُسمَّی (إعجاز القرآن ومعترک الأقران)، جلال الدین السیوطی، دار الکتب العلمیۃ - بیروت — لبنان، ج 1، ص 183

-64 نام محمد بن القاسم بن محمد بن بشار اور کنیت ابو بکر الانباریؒ ہے۔ آپ ادب اور لغت کے بڑے عالم تھے۔ انبار میں 271ھ کو پیدا ہوئے اور بغداد میں 328ھ کو فوت ہوئے. آپ نے مندرجہ ذیل کتابیں تصنیف فرمائیں۔ الزاہر، شرح القصائد السبع الطوال الجاہلیات، إیضاح الوقف والابتداء فی کتاب اللہ عزوجل، عجائب علوم القرآن، شرح الألفات، خلق الإنسان، الأمثال، الأضداد۔ آپ کی سب سے بڑی کتاب (غریب الحدیث) ہے جو تقریبا 45000 صفحات کا ہے. (نزہۃ الألباء فی طبقات الأدباء، لکمال الدین الأنباری، ج 1، ص 197)

-44 سورۂ یونس: 22

-45 سورۂ دہر: 21، 22

-46 زادالمسیر فی علم التفسیر، ج 1، ص 19

-47 سورۂ انبیاء: 34

-48 زادالمسیر فی علمِ التفسیر، ج 2، ص 48

-49 ایضاً: ج 1، ص 50

-50 سورۂ نمل: 72

-51 ایضاً: ج 1، ص 294

-52 ایضاً: ج 1، ص 26

-53 ایضاً: ج 1، ص 78

-54 ایضاً: ج 1، ص 36